فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝۴۷
پھر تم میں سے کوئی بھی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔[1] (۴۷)

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۸
یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔[2] (۴۸)

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝۴۹
ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں۔ (۴۹)

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰
بیشک (یہ جھٹلانا) کافروں پر حسرت ہے۔[3] (۵۰)

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۵۱
اور بیشک (وشبہ) یہ یقینی حق ہے۔[4] (۵۱)

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۵۲
پس تو اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کر۔[5] (۵۲)

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

سورۂ معارج مکی ہے اور اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱
ایک سوال کرنے والے[6] نے اس عذاب کا سوال کیا جو

نبی" ماننا پڑے گا۔

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول تھے، جن کو اللہ نے سزا نہیں دی، بلکہ دلائل و معجزات اور اپنی خاص تائید و نصرت سے انہیں نوازا۔

(۲) کیوں کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ورنہ قرآن تو سارے ہی لوگوں کی نصیحت کے لیے آیا ہے۔

(۳) یعنی قیامت والے دن اس پر حسرت کریں گے، کہ کاش ہم نے قرآن کی تکذیب نہ کی ہوتی۔ یا یہ قرآن بجائے خود ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگا، جب وہ اہل ایمان کو قرآن کا اجر ملتے ہوئے دیکھیں گے۔

(۴) یعنی قرآن کا اللہ کی طرف سے ہونا بالکل یقینی ہے، اس میں قطعاً شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یا قیامت کی بابت جو خبر دی جا رہی ہے، وہ بالکل حق اور سچ ہے۔

(۵) جس نے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی۔

(۶) کہتے ہیں یہ نضر بن حارث تھا یا ابو جہل تھا جس نے کہا تھا، ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ الآیۃ (الأنفال، ۳۲) چنانچہ یہ شخص جنگ بدر میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی اور اس کے نتیجے میں اہل مکہ پر قحط سالی مسلط کی گئی تھی۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿٢﴾	کافروں پر‘ جسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔(۲)
مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿٣﴾	اس اللہ کی طرف سے جو سیڑھیوں والا ہے۔[1] (۳)
تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿٤﴾	جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں[2] ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔[3] (۴)
فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿٥﴾	پس تو اچھی طرح صبر کر۔(۵)
اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿٦﴾	بیشک یہ اس (عذاب) کو دور سمجھ رہے ہیں۔(۶)
وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿٧﴾	اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔[4] (۷)

واضح ہونے والا ہے۔(۱)

---

(۱) یا درجات والا‘ بلندیوں والا ہے‘ جس کی طرف فرشتے چڑھتے ہیں۔

(۲) روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں‘ ان کی عظمت شان کے پیش نظر ان کا الگ خصوصی ذکر کیا گیا ہے‘ ورنہ فرشتوں میں وہ بھی شامل ہیں۔ یا روح سے مراد انسانی روحیں ہیں جو مرنے کے بعد آسمان پر لے جائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(۳) اس یوم کی تعیین میں بہت اختلاف ہے‘ جیسا کہ الم السجدہ کے آغاز میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ یہاں امام ابن کثیر نے چار اقوال نقل فرمائے ہیں۔ پہلا قول ہے کہ اس سے وہ مسافت مراد ہے جو عرش عظیم سے اسفل سافلین (زمین کے ساتویں طبقے) تک ہے۔ یہ مسافت ۵۰ ہزار سال میں طے ہونے والی ہے۔ دوسرا قول ہے کہ یہ دنیا کی کل مدت ہے۔ ابتدائے آفرینش سے وقوع قیامت تک‘ اس میں سے کتنی مدت گزر گئی اور کتنی باقی ہے‘ اسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تیسرا قول ہے کہ یہ دنیا و آخرت کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن کی مقدار ہے۔ یعنی کافروں پر یہ یوم حساب پچاس ہزار سال کی طرح بھاری ہو گا۔ لیکن مومن کے لیے دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر ہو گا۔ (مسند أحمد‘ ۳/ ۷۵) امام ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کیوں کہ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو قیامت والے دن جو عذاب دیا جائے گا اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ «حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهٖ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ» (صحيح مسلم‘ كتاب الزكوٰة‘ باب إثم مانع الزكوٰة) ”یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا‘ ایسے دن میں‘ جس کی مدت تمہاری گنتی کے مطابق پچاس ہزار سال ہو گی“۔ اس تفسیر کی رو سے فِي يَوْمٍ کا تعلق عذاب سے ہو گا‘ یعنی وہ واقع ہونے والا عذاب قیامت والے دن ہو گا جو کافروں پر پچاس ہزار سال کی طرح بھاری ہو گا۔

(۴) دور سے مراد ناممکن اور قریب سے اس کا یقینی واقع ہونا ہے۔ یعنی کافر قیامت کو ناممکن سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کا

یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۙ﴿۸﴾

جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا-(۸)

وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ۙ﴿۹﴾

اور پہاڑ مثل رنگین اون کے ہو جائیں گے-[۱] (۹)

وَ لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ﴿ۚۖ۱۰﴾

اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا-(۱۰)

یُّبَصَّرُوۡنَہُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ ﴿ۙ۱۱﴾

(حالانکہ) ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں[۲] گے' گناہ گار اس دن کے عذاب کے بدلے فدیے میں اپنے بیٹوں کو-(۱۱)

وَ صَاحِبَتِہٖ وَ اَخِیۡہِ ﴿ۙ۱۲﴾

اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو-(۱۲)

وَ فَصِیۡلَتِہِ الَّتِیۡ تُــٔۡوِیۡہِ ﴿ۙ۱۳﴾

اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا-(۱۳)

وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ ثُمَّ یُنۡجِیۡہِ ﴿ۙ۱۴﴾

اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا تاکہ یہ اسے نجات دلا دے-[۳] (۱۴)

کَلَّا ؕ اِنَّہَا لَظٰی ﴿ۙ۱۵﴾

(مگر) ہرگز یہ نہ ہو گا' یقیناً وہ شعلہ والی (آگ) ہے-[۴] (۱۵)

نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی ﴿ۚۖ۱۶﴾

جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے-[۵] (۱۶)

تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَ تَوَلّٰی ﴿ۙ۱۷﴾

وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جو پیچھے ہٹتا اور منہ موڑتا ہے-(۱۷)

وَ جَمَعَ فَاَوۡعٰی ﴿۱۸﴾

اور جمع کر کے سنبھال رکھتا ہے-[۶] (۱۸)

عقیدہ ہے کہ وہ ضرور آکر رہے گی اس لیے کہ کُلُّ مَاھُوَ آتٍ فَھُوَ قَرِیۡبٌ "ہر آنے والی چیز قریب ہے"-

(۱) یعنی دھنی ہوئی روئی کی طرح' جیسے سورۃ القارعۃ میں ہے- ﴿ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ﴾

(۲) لیکن سب کو اپنی اپنی پڑی ہو گی' اس لیے تعارف اور شناخت کے باوجود ایک دوسرے کو نہیں پوچھیں گے-

(۳) یعنی اولاد' بیوی' بھائی اور خاندان یہ ساری چیزیں انسان کو نہایت عزیز ہوتی ہیں' لیکن قیامت والے دن مجرم چاہے گا کہ اس سے فدیے میں یہ عزیز چیزیں قبول کر لی جائیں اور اسے چھوڑ دیا جائے- فَصِیۡلَۃٌ خاندان کو کہتے ہیں' کیوں کہ وہ قبیلے سے جدا ہوتا ہے-

(۴) یعنی وہ جہنم- یہ اس کی شدت حرارت کا بیان ہے-

(۵) یعنی گوشت اور کھال کو جلا کر رکھ دے گی- انسان صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا-

(۶) یعنی جو دنیا میں حق سے پیٹھ پھیرتا اور منہ موڑتا تھا اور مال جمع کر کے خزانوں میں سینت سینت کر رکھتا تھا' اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تھا نہ اس میں سے زکوٰۃ نکالتا تھا- اللہ تعالیٰ جہنم کو قوت گویائی عطا فرمائے گا اور جہنم بزبان قال خود

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ۱۹
بیشک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے۔[1] (۱۹)

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۲۰
جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو ہڑبڑا اٹھتا ہے۔(۲۰)

وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ۲۱
اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔(۲۱)

اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ ۲۲
مگر وہ نمازی۔(۲۲)

الَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ ۲۳
جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔[2] (۲۳)

وَالَّذِيۡنَ فِىۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ ۲۴
اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے۔[3] (۲۴)

لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ۲۵
مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔[4] (۲۵)

وَالَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۲۶
اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔[5] (۲۶)

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۲۷
اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔[6] (۲۷)

ایسے لوگوں کو پکارے گی، جن پر ان کے عملوں کی پاداش میں جہنم واجب ہو گی۔ بعض کہتے ہیں، پکارنے والے تو فرشتے ہی ہوں گے اسے منسوب جہنم کی طرف کر دیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کوئی نہیں پکارے گا، یہ صرف تمثیل کے طور پر ایسا کہا گیا ہے۔ مطلب ہے کہ مذکورہ افراد کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔

(۱) سخت حریص اور بہت جزع فزع کرنے والے کو هَلُوْعٌ کہا جاتا ہے، جس کو ترجمے میں بڑے کچے دل والا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ایسا شخص ہی بخیل و حریص اور زیادہ جزع فزع کرنے والا ہوتا ہے، آگے اس کی صفت بیان کی گئی ہے۔

(۲) مراد ہیں مومن کامل اور اہل توحید، ان کے اندر مذکورہ اخلاقی کمزوریاں نہیں ہوتیں، بلکہ اس کے برعکس وہ صفات محمودہ کے پیکر ہوتے ہیں۔ ہمیشہ نماز پڑھنے کا مطلب ہے، وہ نماز میں کوتاہی نہیں کرتے، ہر نماز اپنے وقت پر نہایت پابندی اور التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کوئی مشغولیت انہیں نماز سے نہیں روکتی اور دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نماز سے غافل نہیں کرتا۔

(۳) یعنی زکوٰۃ مفروضہ۔ بعض کے نزدیک یہ عام ہے، صدقات واجبہ اور نافلہ دونوں اس میں شامل ہیں۔

(۴) محروم میں وہ شخص بھی داخل ہے جو رزق سے ہی محروم ہے، وہ بھی جو کسی آفت سماوی وارضی کی زد میں آکر اپنی پونجی سے محروم ہو گیا اور وہ بھی جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی صفت تعفف کی وجہ سے لوگوں کی عطا اور صدقات سے محروم رہتا ہے۔

(۵) یعنی وہ اس کا انکار کرتے ہیں نہ اس میں شک و شبہ کا اظہار۔

(۶) یعنی اطاعت اور اعمال صالحہ کے باوجود، اللہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر اس کی گرفت سے لرزاں و ترساں

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾

بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔[1] (۲۸)

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی (حرام سے) حفاظت کرتے ہیں۔(۲۹)

إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾

ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں۔[2] (۳۰)

فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾

اب جو کوئی اس کے علاوہ (راہ) ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہوں گے۔(۳۱)

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾

اور جو اپنی امانتوں کا اور اپنے قول و قرار کا پاس رکھتے ہیں۔[3] (۳۲)

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾

اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں۔[4] (۳۳)

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾

اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(۳۴)

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

یہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔(۳۵)

رہتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ جب تک اللہ کی رحمت ہمیں اپنے دامن میں نہیں ڈھانک لے گی، ہمارے یہ اعمال نجات کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ اس مفہوم کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

(۱) یہ سابقہ مضمون ہی کی تاکید ہے کہ اللہ کے عذاب سے کسی کو بھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا اور اس سے بچاؤ کی ممکنہ تدابیر اختیار کرتے رہنا چاہئیں۔

(۲) یعنی انسان کی جنسی تسکین کے لیے اللہ نے دو جائز ذرائع رکھے ہیں ایک بیوی اور دوسری ملک یمین (لونڈی)۔ آج کل ملک یمین کا مسئلہ تو اسلام کی بتلائی ہوئی تدابیر کی رو سے تقریباً ختم ہو گیا ہے، تاہم اسے قانوناً اس لیے ختم نہیں کیا گیا ہے کہ آئندہ کبھی اس قسم کے حالات ہوں تو ملک یمین سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بہرحال اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جنسی خواہش کی تکمیل و تسکین کے لیے ناجائز ذریعہ اختیار نہیں کرتے۔

(۳) یعنی ان کے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہوتی ہیں، اس میں وہ خیانت نہیں کرتے اور لوگوں سے جو عہد کرتے ہیں، انہیں توڑتے نہیں، بلکہ ان کی پاسداری کرتے ہیں۔

(۴) یعنی اسے صحیح صحیح ادا کرتے ہیں، چاہے اس کی زد میں ان کے قریبی عزیز ہی آجائیں، علاوہ ازیں اسے چھپاتے بھی نہیں، نہ اس میں تبدیلی ہی کرتے ہیں۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾

پس کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تیری طرف دوڑتے آتے ہیں۔(۳۶)

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ۔[1] (۳۷)

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾

کیاان میں سے ہرایک کی توقع یہ ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟(۳۸)

كَلَّا ۗ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

(ایسا) ہرگز نہ ہو گا۔[2] ہم نے انہیں اس (چیز) سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔[3] (۳۹)

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾

پس مجھے قسم ہے مشرقوں اور مغربوں[4] کے رب کی (کہ) ہم یقیناً قادر ہیں۔(۴۰)

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾

اس پر کہ انکے عوض ان سے اچھے لوگ لے آئیں[5] اور ہم عاجز نہیں ہیں۔[6] (۴۱)

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾

پس تو انہیں جھگڑتا کھیلتا چھوڑ دے[7] یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا

(۱) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار کا ذکر ہے کہ وہ آپ کی مجلس میں دوڑے دوڑے آتے' لیکن آپ کی باتیں سن کر عمل کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑاتے اور ٹولیوں میں بٹ جاتے۔ اور دعویٰ یہ کرتے کہ اگر مسلمان جنت میں گئے تو ہم ان سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اللہ نے اگلی آیت میں ان کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی۔

(۲) یعنی یہ کس طرح ممکن ہے کہ مومن اور کافر دونوں جنت میں جائیں' رسول کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے دونوں کو اخروی نعمتیں ملیں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

(۳) یعنی مَآءٍ مَّهِيْنٍ (حقیر قطرے) سے۔ جب یہ بات ہے تو کیا تکبر اس انسان کو زیب دیتا ہے؟ جس تکبر کی وجہ سے ہی یہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب بھی کرتا ہے۔

(۴) ہر روز سورج ایک الگ جگہ سے نکلتا اور الگ مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مشرق بھی بہت ہیں اور مغرب بھی اتنے ہی۔ مزید تفصیل کے لیے سورۂ صافات' ۵ دیکھئے۔

(۵) یعنی ان کو ختم کر کے ایک نئی مخلوق آباد کر دینے پر ہم پوری طرح قادر ہیں۔

(۶) جب ایسا ہے تو کیا ہم قیامت والے دن ان کو دوبارہ زندہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

(۷) یعنی فضول اور لایعنی بحثوں میں پھنسے اور اپنی دنیا میں مگن رہیں' تاہم آپ اپنی تبلیغ کا کام جاری رکھیں' ان کا رویہ آپ کو اپنے منصب سے غافل' یا بد دل نہ کر دے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

ہے۔(۴۲)

جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے' گویا کہ وہ کسی جگہ کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں۔[۱] (۴۳)

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی'[۲] ان پر ذلت چھا رہی ہو گی'[۳] یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔[۴] (۴۴)

سُوْرَةُ نُوْحٍ

سورۂ نوح مکی ہے اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱﴾

یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف[۵] بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دو (اور خبردار کردو) اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آجائے۔[۶] (۱)

---

(۱) أَجْدَاثٌ جمع ہے۔ جَدَثٌ کے معنی قبر ہیں۔ نُصُبٌ۔ تھانے' جہاں بتوں کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں' اور بتوں کے معنی میں بھی استعمال ہے۔ یہاں اسی دوسرے معنی میں ہے۔ بتوں کے پجاری' جب سورج طلوع ہوتا تو نہایت تیزی سے اپنے بتوں کی طرف دوڑتے کہ کون پہلے اسے بوسہ دیتا ہے۔ بعض اسے یہاں عَلَمٌ کے معنی میں لیتے ہیں کہ جس طرح میدان جنگ میں فوجی اپنے عَلَمٌ (جھنڈے) کی طرف دوڑتے ہیں۔ اسی طرح قیامت والے دن قبروں سے نہایت برق رفتاری سے نکلیں گے۔ يُوْفِضُوْنَ يُسْرِعُوْنَ کے معنی میں ہے۔

(۲) جس طرح مجرموں کی آنکھیں جھکی ہوتی ہیں کیونکہ انہیں اپنے کرتوتوں کا علم ہوتا ہے۔

(۳) یعنی سخت ذلت انہیں اپنی لپیٹ میں لے رہی ہوگی اور ان کے چہرے مارے خوف کے سیاہ ہوں گے۔ اسی سے غُلَامٌ مُرَاهِقٌ کی ترکیب ہے' جو قریب البلوغت ہو یعنی غَشِيَهُ الَاحْتِلَامُ۔ (فتح القدیر)

(۴) یعنی رسولوں کی زبانی اور آسمانی کتابوں کے ذریعے سے۔

(۵) حضرت نوح علیہ السلام جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں' صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث شفاعت میں ہے کہ یہ پہلے رسول ہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ انہی کی قوم سے شرک کا آغاز ہوا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔

(۶) قیامت کے دن عذاب یا دنیا میں عذاب آنے سے قبل' جیسے اس قوم پر طوفان آیا۔